اللہ تعالیٰ کی محبت کو پانے کے لئے لازم ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی جائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 رفروری 1997ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۵﴾ (الزمر: 54،55)

پھر فرمایا:

یہ آیات سورۃ زمر سے لی گئی ہیں ان کی اور کچھ بعد میں آنے والی آیات کی تلاوت میں نے پچھلے خطبے سے پہلے کی تھی اور اس مضمون کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بیان کر رہا تھا کہ وقت ختم ہو گیا اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جو لازماً جماعت کے سامنے رکھنی چاہئیں اور ان کو پوری طرح سمجھ کر پھر جماعت کے لئے توبہ کا مضمون خوب کھل جائے گا اور توبہ پر عمل آسان ہو جائے گا اور اس کی اہمیت بھی پہلے سے بڑھ کر ظاہر ہو گی کیونکہ اکثر انسان غفلت کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور توبہ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہی نہیں کیونکہ جن گناہوں میں انسان ملوث ہو ان سے دل لگا چکا ہوتا ہے اور جس چیز سے دل لگ جائے اس کے لئے تو یہ دعا کرنا بھی مشکل ہے کہ اے خدا

مجھے اس گناہ سے نجات بخش اور یہ بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایک ایسی چیز جس سے دل لگ چکا ہو اس کے خلاف انسان پورے شعور کے ساتھ یہ دعا کرے کہ اے خدا یہ مجھ سے چھڑا دے۔

چنانچہ مجھے اپنے تجربے میں بارہا یہ دقت پیش آتی ہے کہ جب بعض لوگ یا بعض بچیاں اپنی ناسمجھی سے ایسے فیصلے کر بیٹھتی ہیں کہ جو اسلام کی روایات اور احمدیت کی روایات کے خلاف ہیں جب ان کو میں کہتا ہوں کہ اپنے لئے دعا کریں تو ان کی طبیعت مائل نہیں ہوتی۔ وہ اقرار بھی کریں تو صاف نظر آرہا ہوتا ہے کہ فیصلہ نہیں ہوسکا اور جب وہ اس بات کو نہ سمجھ سکیں تو پھر کبھی بھی وہ نصیحت ان پر عمل نہیں کرتی لیکن جس نے بھی اس مضمون کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، سمجھا اور معلوم کرلیا کہ بہت مشکل کام ہے جس کی طرف مجھے بلایا جارہا ہے اور پھر تسلیم کرلیا کہ ہاں باوجود مشکل کے ہم ضرور ایسا ہی کریں گی ایک بھی ان میں سے ضائع نہیں ہوئی، اللہ کے فضل کے ساتھ خدا نے ہمیشہ ان کو سنبھال لیا۔

تو سب سے پہلی بات جو توبہ کے تعلق میں قابل غور ہے وہ یہی ہے کہ انسان اپنے تعلقات کا جائزہ لے کیونکہ یہ سارا مضمون ہی تعلقات کا ہے یہ ساری زندگی ہی تعلقات کا قصہ ہے۔ ہر گناہ ایک تعلق پیدا کرتا ہے یا ایک تعلق کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور ہر توبہ ایک تعلق کے نتیجے ہی میں ہوگی ورنہ گناہ کا تعلق ٹوٹ سکتا ہی نہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے میں نے قرآن کریم کی اس آیت کے لفظ اَنِيْبُوْٓا میں جس کی میں نے تلاوت کی ہے اَنِيْبُوْٓا کو آپ کے سامنے رکھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کا مضمون بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ اپنے رب کی طرف جھک جاؤ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ پھر اپنے آپ کو اس کے سپرد کرو مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پیشتر اس سے کہ عذاب آجائے اور تمہاری مدد نہ کی جائے۔

اب پہلی آیت یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اس سے پہلے یہ ذکر گزرا کہ اے وہ لوگو جو اپنے نفسوں پر ایسی ایسی زیادتیاں کر بیٹھے ہو کہ گناہ کبیرہ میں یا کبائر میں ملوث ہوگئے بہت بڑے بڑے گناہ کئے ہیں تم بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ تو یہ جو خوشخبریاں ہیں اس کے بعد یہ آیت ایک عجیب سی بات پیش کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر گناہ بخش دے گا لیکن موت سے پہلے پہلے ڈرو کہ وہ عذاب نہ آجائے۔ اگر ہر گناہ بخش دے گا تو عذاب کیسا آئے گا، پھر کس عذاب سے ڈرنے کی ہدایت فرمائی جارہی ہے کیونکہ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ نے تو سارے

بوجھ اتار دیئے بظاہر کوئی بھی فکر باقی نہ چھوڑا۔ جب خدا اتنا عظیم مہربان ہے کہ ہر گناہ بخش دیتا ہے تو پھر کسی عذاب کے خطرے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں یہ سب غلط فہمیاں دور فرمائی ہیں جو بخشش کے متعلق عامۃ الناس میں پائی جاتی ہیں۔

بخشنے کا مضمون ایک توبہ کو چاہتا ہے اگر دل میں تبدیلی واقع ہو، انسان توبہ کرنا چاہے تو پھر جو رستے کی دقتیں ہیں وہ خدا دور فرماتا رہتا ہے۔ پھر کیسا ہی کٹھن سفر ہو اللہ تعالیٰ اسے آسان فرما دیتا ہے اور اس سفر کے آغاز پر اَنِیْبُوْٓا کا لفظ رکھا کہ یہ سفر تم سے شروع ہو نہیں سکے گا جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق پیدا نہ ہو۔ گناہ کا مطلب ہے مادی دنیا سے بے حد تعلق قائم ہو گیا، عادتیں پڑ گئیں، ایک معمولی سی ڈرگ کی Addiction ہے وہ بھی ہو جائے تو ڈاکٹر بڑا زور لگاتے ہیں بعض دفعہ مہینوں ہسپتالوں میں رکھتے ہیں پھر جب ہسپتال سے باہر آیا پھر دوبارہ وہی ڈرگ شروع ہو جاتی ہے۔ گناہ تو کتے کی دم کی طرح ہے کہتے ہیں بارہ سال تک ایک نالی میں کتے کی دم رکھی تھی تا کہ وہ سیدھی ہو جائے ، جب وہ نکالی تو پھر اسی طرح خم پڑ گیا۔ تو یہ خم دور کرنے کے نسخے ہیں جو قرآن کریم بیان فرما رہا ہے اور ایسے نسخے بیان نہیں فرماتا جیسے کتے کی دم کو نالی میں ڈال دیا ہو جب نکالو پھر وہی۔ قرآن کریم جو نسخے بیان فرماتا ہے وہ دائمی ہیں وہ کبھی پھر انسان کو پہلے حال کی طرف لوٹنے نہیں دیا کرتا اور اس مضمون کی جان تعلق باللہ میں ہے۔ گناہ ہے ہی تعلق کا نام۔ توبہ کیا ہے ایک تعلق سے دل توڑنے کی کوشش کرنا اور اللہ کا یہ دیکھ کر کہ یہ بندہ میری خاطر کر رہا ہے مگر اس میں طاقت نہیں ہے اس کی طرف جھک جانا یہ اس کے توّاب ہونے کی نشانی ہے۔ پس توبہ اپنی ذات میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی اگر اللہ تواب نہ ہو اور تواب کی طرف جانے کے لئے توبہ سے پہلے فرمایا ہے اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ کہ تم اپنے رب کی طرف مائل ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو حوالہ میں آپ کے سامنے پیش کر رہا تھا آج میں نے اس کا باقی حصہ آنے سے پہلے دیکھا تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی اس بات سے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کے تعلق میں جو ان آیات میں بیان ہوا ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ اس میں ایک اور آیت سے استنباط فرماتے ہوئے یہی معنی لئے ہیں، بعینہٖ یہ معنی لئے ہیں کہ یہ تعلق کا مضمون ہے۔ اللہ کی محبت کا مضمون ہے اس کے سوا کسی گناہ سے انسان کو نجات نہیں مل سکتی۔

چنانچہ اب میں باقی اقتباس پڑھ کر پھر میں بعض مزید باتوں کی طرف واپس آؤں گا یا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے چند اور امور آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں یہ جو فرمایا قُلْ يٰعِبَادِيَ کہہ دے کہ اے میرے بندو! اس مضمون کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں محض یاد دہانی کے طور پر یہ بتاتا ہوں کہ آیت سے یہ نکلتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ، خدا تعالیٰ کے بندوں کو یہ کہیں اے میرے بندو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک مجازی کلام ہے اور عبد کا ایک دوسرا معنی ہے جو یہاں بالبداہت صادق آ رہا ہے گویا غلام اور بندے میں یہ فرق ہے بندہ تو خدا نے پیدا کیا ہے اور غلام بھی بندہ ہی ہوتا ہے مالک کا لیکن پیدا ہونے کے مضمون کے لحاظ سے بلکہ اس کے تابع ہو جاتا ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ یہ جو يٰعِبَادِيَ کا لفظ ہے یہ گناہوں سے بچنے کا ایک ایسا عظیم الشان طریق بیان فرما رہا ہے کہ جس مضمون کو آپ سمجھیں تو آپ کی گناہوں سے رہائی ممکن ہو جائے گی۔ اگر نہیں سمجھیں گے تو پھر جتنی چاہے کوشش کریں صحیح جگہ ہاتھ ہی نہیں پڑے گا۔ پس آپ نے لفظ عبد کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا:

''عبد کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ ہر آزادگی اور خودروی سے باہر آجائے''۔

یعنی غلام تو وہ ہوا کرتا ہے جس کی آزادی کلیۃً سلب ہو جاتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے جو خوش خبری دی ہے وہ اپنے عباد کو دی ہے، ہر شخص کو نہیں دی۔ فرمایا تم میرے عباد بنو گے تو دیکھو گے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا خدا تعالیٰ گناہوں کا کچھ بھی نہیں باقی چھوڑے گا لیکن شرط ہے کہ میرے عباد بنو یعنی اپنی آزادیاں ترک کر دو اور میری غلامی کی پناہ میں آجاؤ۔

فرماتے ہیں: ''**اور خودروی سے باہر آجائے**''۔ خودروی کا محاورہ بھی بہت گہرے فکر کے بعد یہاں جمایا گیا ہے۔ ''**ہر ایک آزادگی**'' سے مراد یہ ہے کہ ہر دوسری چیز سے محبت سے بے تعلق ہو جائے اور خودروی کا مطلب ہے کہ اپنے نفس کی اندرونی غلامی سے بھی کلیۃً آزاد ہو جائے۔ نہ غیر کی غلامی رہے نہ نفس کی غلامی رہے ''**اور پورا متبع اپنے مولیٰ کا ہو**''۔ یعنی جس کا وہ غلام ہے اس کا کلیۃً مطیع ہو جائے۔ حق کے طالبوں کو یہ رغبت دی گئی کہ اگر نجات چاہتے ہیں تو یہ مفہوم اپنے اندر پیدا کریں اور درحقیقت یہ آیت اور یہ دوسری آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران: 32) از روئے مفہوم ایک ہی ہیں کیونکہ کمال اتباع اس محویت اور اطاعت تامہ کو مستلزم ہے جو عبد کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ یہی سر ہے کہ جیسے پہلی آیت میں مغفرت کا وعدہ بلکہ محبوب الٰہی بننے کی خوشخبری ہے گویا یہ آیت کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ دوسرے لفظوں میں اسی طرح پر ہے قل یامتبعی۔ (روحانی خزائن جلد 5 صفحہ: 192-193)

یہ مضمون چونکہ زیادہ ادق ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بڑے وسیع گہرے مضامین کو چند لفظوں میں بیان فرماتے ہیں تو ان کی تشریح کرنی پڑتی ہے ورنہ عام قاری اس کو سمجھ نہیں سکتا اس لئے اس مضمون کو میں اب اپنے لفظوں میں سمجھاتا ہوں کہ آپؑ کیا فرمارہے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ آیت يٰعِبَادِيَ اور اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ایک ہی مضمون کی دو آیتیں ہیں اور ایک دوسرے پر روشنی ڈال رہی ہیں جو عبد ہوگا وہ اتباع کرے گا اور اتباع سے پہلے محبت ہونا ضروری ہے چنانچہ وہاں جو اَنِيْبُوْٓا کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے یہاں اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ کے الفاظ میں بیان فرمادیا گیا۔

اصلاح کی شرط اول یہ ہے کہ محبت بہرحال ہونی ہے اگر محبت نہیں ہے تو محبت کا دعویٰ تو ہو ارادے تو ہوں کہ ہم خدا سے محبت کریں یہ دعویٰ بہت بڑا ہے اور کیسے ہو جائے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں فَاتَّبِعُوْنِيْ اور وہاں یعباد جو فرمایا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عباد کے لفظ کو اتبعونی کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتے ہیں کہ اچانک دماغ روشن ہو جاتا ہے کہ عبد کا مطلب تو غلامی اور اتباع ہی ہے اس کے سوا اور کیا مطلب ہے کامل اتباع اور کامل غلامی اور یہاں بھی یہی بات ہو رہی ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کو پانے کے لئے لازم ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی جائے اور اپنی محبت کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے بھی لازم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی جائے اور کوئی مغفرت جسے مغفرت عظیم کہا جاسکتا ہے جس سے سارے گناہ بخشے جاسکتے ہیں اس غلامی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اب یہ مضمون دیکھنے میں آسان مگر کرنے میں بہت مشکل ہو گیا ہے اتبعونی کے لئے جو مشکلات سامنے درپیش ہیں وہ پہاڑ کی طرح ہیں ایک عام انسان کسی عام روزمرہ کے نیک انسان کی متابعت کرنے میں بھی بڑی دقت محسوس کیا کرتا ہے بچے جو گھر میں پلتے ہیں وہ بھی اپنے نیک ماں

باپ کے پیچھے چلنے کے لحاظ سے ضروری نہیں کہ طبعاً آمادہ ہوں محنت کر کے، کوشش کر کے پیچھے چلنا تو اور بھی مشکل کام ہے چنانچہ بہت سے نیک ماں باپ ہم نے دیکھے جن کے بچے ان کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستوں پہ چل پڑے اور جنہوں نے ان کو پسند بھی کیا ان کو عزت بھی دی وہ ان جیسا بننے سے محروم رہے کیونکہ نیکی کے رستے پر چلنا محنت طلب کام ہے لیکن جن کو جتنی زیادہ محبت ماں باپ سے ہو اتنا ان کے لئے وہ کام آسان ہوتا چلا جاتا ہے یہ بھی ہم نے دیکھا اور یہ ایک دائمی مضمون ہے۔

وہ تمام بچے جو ماں باپ کی نیکیوں سے محروم رہ جاتے ہیں آپ ان کا تجزیہ کر کے دیکھ لیں ان کے دل میں اپنے ماں باپ کی محبت نہیں ہوتی اور جن کو محبت ہو ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ اپنی الگ راہیں تلاش کریں یا الگ راہیں تراش لیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ میں بلا استثناء ہم نے اس مضمون کو سچے ہوتے دیکھا ہے، ہر وہ اولاد جس نے اپنے ماں باپ سے محبت کی ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا ہے اور ان کے لئے ان رستوں پر چلنا آسان کر دیا۔ تو گناہوں کا راز بھی محبت میں ہے اور گناہوں سے بچنے کا راز بھی محبت میں ہے محبت ہی وہ آخری تقدیر کا نکتہ ہے جس کے تابع سب تدبیریں ہیں اور تقدیر الٰہی بھی اسی محبت سے بنائی گئی ہے۔ چنانچہ وہ آخری طاقت جس سے مادی دنیا بنی ہے وہ Gravitational Pull ہے یعنی مقناطیسی طاقت جو خدا تعالیٰ نے ہر مادے میں رکھ دی ہے اس کو نکال دیں تو ساری کائنات بے حقیقت ہو کر بکھر جائے، کچھ بھی اس کا باقی نہ رہے۔ یہی وہ طاقت ہے جس سے سارا نظام کائنات چل رہا ہے۔ اتنی وسیع کائنات کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آپ حرکت کریں تو بیس ارب سال میں بھی نہ پہنچ سکیں اور وہ حرکت روشنی پر سوار ہو کر کی جائے یعنی ہر لمحہ آپ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے دوڑ رہے ہیں یا اڑ رہے ہیں اور پرلے کنارے پر بیس ارب سال میں بھی نہیں پہنچ سکتے اتنا زیادہ فاصلہ ہے کیونکہ جب وہاں پہنچیں گے تو وہ اور زیادہ دور ہٹ چکی ہوگی کائنات، پھیل چکی ہوگی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو کائنات ہے اس کو سنبھالا کیسے ہے اللہ تعالیٰ نے۔ چھوٹے سے روزمرہ کے نظام کو بھی کسی طاقت سے چلایا جاتا ہے۔ اتنا بڑا نظام نہ اس میں شور، نہ کوئی شرابہ یعنی شور شرابے سے مراد یہ ہے کہ نظام کی حرکت کے لحاظ سے کوئی شور نہیں ہے اس کو قابو رکھنے کے لحاظ

سے بالکل بے آواز ہے، کامل سکوت ہے اور جتنے سیارے خدا تعالیٰ نے دوسرے سیاروں کے ساتھ باندھے ہوئے ہیں ان کے متعلق بار بار انسان کو توجہ دلاتا ہے غور کرو اس بات پر۔ اتنا بڑا انظام اور اتنا قوت کے ساتھ منظّم کر دیا گیا ہے اور اس طرح مسخر کر دیا گیا ہے کہ مجال نہیں ہے کہ اپنے رستوں سے وہ ہٹ کر کسی اور طرف جاسکیں، ایسے ستونوں سے باندھا گیا ہے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے۔ سننا تو در کنار دیکھا بھی نہیں جا سکتا یا دیکھنا تو در کنار سنا بھی نہیں جا سکتا، کامل خاموشی ہے اور اس مسئلے پر سائنسدان حیران ہیں کہ اتنی بڑی طاقت اور خرچ کچھ نہیں ہو رہا، معمولی سا انجن چلانے کے لئے بھی آپ کو جتنے کوئلوں کی ضرورت ہے زمین اپنی ساری کشش ثقل میں اتنی توانائی بھی خرچ نہیں کر رہی۔

تو محبت کا مضمون ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے متوجہ فرمایا ہے۔ تم اپنے گھر کی کائنات بھی نہیں چلا سکتے اگر محبت کے رشتے نہ باندھے جائیں تو پھر مادی کائنات کا معاملہ ہو یا روحانی کائنات کا معاملہ ہو اس مضمون کو سمجھو کہ سب سے بڑی طاقت جس کے ذریعے ادنیٰ اور اعلیٰ سب مسخر کئے جا سکتے ہیں وہ محبت کی طاقت ہے۔ پس اس مضمون میں جو آنحضرت ﷺ کے تعلق میں بیان فرمایا گیا دراصل ہر انسان کو اس کی پیدائش کا راز سمجھا دیا گیا ہے اس کی ساری زندگی، اس کے مقاصد کو حاصل کرنے کے گر سمجھا دیئے گئے ہیں کہ تم نے اگر کچھ حاصل کرنا ہے تو محبت کے جذبے سے حاصل کر سکتے ہو نفرتوں سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ شیطان اور انسان کی کہانی کے تعلق میں میں ہمیشہ جماعت کو سمجھا تا رہا ہوں کہ دو ہی باتیں ہیں جو بیان ہوئیں اور وہ دونوں باتیں ازل سے سچی ہیں ابد تک رہیں گی ، ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ دو طاقتیں ہیں ایک ناری طاقت ہے اور ایک نمو کی طاقت ہے۔ نمو کی طاقت وہ ہے جو گیلی مٹی سے بنتی ہے یعنی پانی بکھرے ہوئے اجزاء کو اکٹھا کر دیتا ہے اور جڑنے لگتے ہیں تمام نشو ونما اس سے ملنے کی طاقت سے پیدا ہوتی ہے۔ ہر چیز جو بکھرتی ہے، ہر نظام جو بگڑتا ہے، ہر منظّم چیز جو تتر بتر ہو جاتی ہے، وہ آگ کی طاقت سے ہوتی ہے۔ مادی دنیا میں بھی یہی حال ہے اور روحانی دنیا میں بھی یہی حال ہے۔ نفرتیں کسی گھر میں داخل ہو جائیں تو کچھ بھی نہیں چھوڑتیں۔ بیوی خاوند سے جدا ہو جاتی ہے، بچے ماں سے اور باپ سے، بھائی بہن ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور یہ وہ مضمون ہے جس کی گہرائی تک جانا استغفار کو سمجھنے کے لئے لازم ہے۔

پس محبت کے مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بیان فرمارہے ہیں یہ اس کے طبعی نتائج ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں تا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام پوری گہرائی سے سمجھ آسکے، فرماتے ہیں:

''بلکہ محبوب الٰہی بننے کی خوشخبری ہے گویا یہ آیت کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ دوسرے لفظوں میں اس طرح پر ہے کہ قل یا متبعی (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ: 193)۔ اے میری اطاعت کی خواہش رکھنے والو۔ اے میرے پیچھے چلنے کی تمنا لے کر آنے والو، اے دعویدارو، یہ سارے مضمون یہاں متبعین میں آگئے ہیں'' یعنی اے میری پیروی کرنے والو جو بکثرت گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہو''۔

اب یہ جو نکتہ ہے بہت ہی اہم ہے سمجھنے والا۔ ایک طرف متبعی فرمایا جائے اور کہا یہ جائے کہ تم کبائر میں مبتلا ہو تو متبعی کیسے ہو گئے۔ غلام، محمد رسول اللہ ﷺ کے اور کبائر میں مبتلا ہوں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ یہ کیا تھا کہ اے میری اتباع کی خواہش رکھنے والو۔ اے میری غلامی کا دم بھرنے والو! اے وہ جو اقرار کرتے ہو صبح شام کہ **اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ** یہ اقرار تو کرتے چلے جاتے ہو لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اگر میری غلامی کا دم بھرتے ہو تو یہ گناہوں کے بوجھ کیا لئے پھر رہے ہو۔ اتنے گناہ کہ صبح سے شام، شام سے رات، رات سے پھر صبح اور چوبیس گھنٹے کے اکثر لمحے تمہارے گناہوں کے خیالات میں مبتلا گزرتے ہیں۔ اگر توفیق نہ بھی ملے تو خواہش اور حسرتیں ہیں جو اکثر گناہوں سے تعلق رکھتی ہیں لیکن نیکیوں کی حسرتیں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ پس متبعی فرما کر یہ نہیں فرمایا کہ اے میرے غلامو! تم ایسے ہو، یہ فرمایا جارہا ہے اے میرے غلامو! تم کیسے ہو۔ میرے غلام اور ایسے!!۔ میرے غلام اور اتنے گناہ!!۔ یہ زیب نہیں دیتا۔ پس میرے غلام بن جاؤ۔

اور دوسری جگہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ میں بھی یہی مضمون ہے۔ یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویدار ہو کر اور حقیقت میں محبت رکھنے کے بعد تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔ فرمایا بہت بڑا دعویٰ کر رہے ہو کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں اور بڑا مشکل دعویٰ کر بیٹھے ہو۔ یہ دعویٰ

آسان ہو نہیں سکتا، اس پر عمل ممکن نہیں ہے جب تک میرے پیچھے نہ چلو کیونکہ میں نے عشق کی راہوں پر قدم مارے ہیں اور ہر منزل کو آسان کر دیا ہے۔ ہر فاصلہ میرے پیچھے چلنے سے چھوٹا دکھائی دے گا اور آسان ہوتا چلا جائے گا۔ اب یہ جو آسانی کا مضمون ہے یہ عشق کے بغیر حل ہو ہی نہیں سکتا۔ عشق ہے جو ایسی دیوانگی بخش دیتا ہے کہ آدمی تیشہ پکڑ کے ساری عمر اس بات میں گنوا دیتا ہے کہ ایک چٹان کو توڑے، کاٹتا چلا جائے یہاں تک کہ اس سے وہ ایک دریا بہا دے۔ اب وہ دریا تو نہیں بہا سکتا تھا مگر اسی تیشے سے کھودتے کھودتے وہ مرجاتا ہے اسی حالت میں۔ تو آنحضرت ﷺ کی محبت ایک ہی راہ پر ملتی ہے اور خدا کی محبت پر پہنچنا اصل مقصود ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت آپ کا ہاتھ پکڑ کر ان راہوں پہ چلائے گی جو بلا استثناء آخر خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اب واپس آپ گناہ کے مضمون کی طرف جائیں پھر دیکھیں کہ اس کا اس سے کیا تعلق بنتا ہے۔ بات تو سمجھ آ گئی مگر عمل کیسے شروع ہوگا۔ وہی چوہوں والی بات نہ ہو جائے کہ جب ایک خونخوار بلی چوہوں پر بہت ظلم کیا کرتی تھی، بڑے حملے کیا کرتی تھی تو سوچا گیا کہ آخر کس طرح اس مسئلے کا حل کریں تو ایک چوہے کو ایک بڑی اونچی بات سوجھی۔ اس نے کہا بڑی آسان بات ہے بلی کی گردن میں ایک گھنٹی لٹکا دو جب وہ آئے گی اس کی گھنٹی کی آواز آجایا کرے گی اور ہم وقت پر اپنے بلوں میں گھس جائیں گے کوئی مشکل کام نہیں۔ بڑی چوہوں نے داد دی واہ واہ سبحان اللہ کیا بات کر گئے ہو۔ پھر کسی کو خیال آیا کہ لٹکائے گا کون؟ اب وہاں جا کے مارے گئے سارے۔ گناہوں سے توبہ کا فیصلہ کرنا ہی بلی کی گردن میں گھنٹی لٹکانے والی بات ہے اور محبت کی راہوں پر قدم مارنا اگر انسان شعور کے ساتھ مفہوم کو نہ سمجھے تو بالکل وہی بات ہے کہ آہا بہت آسان ہو گیا لیکن جب چلو تو پھر مشکل۔ بڑی مشکل وہ دوسری طرف کی کشش ہے جو انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ ایک قدم آگے جائے تو دو قدم پیچھے چلا جاتا ہے۔ اس کشش کو کیسے توڑا جائے یہ وہ بنیادی سوال ہے کیونکہ یہ محض فلسفے کی باتیں نہیں ہیں۔ قرآن کریم تو گہرے حکمت کے راز پیش کرتا ہے، بڑے بڑے مشکل مسائل حل فرماتا ہے اور بتاتا ہے کہ کیا کرو اور کیا نہ کرو اور جو کرو وہ اس طرح کرو تو آسان ہو جائے گا۔ جو نہ کرو اس سے بچنا ہے تو یہ طریق اختیار کرو تو بچ جاؤ گے اور پھر طریق کو آسان کر کے دکھاتا ہے۔

اب سب سے پہلے تو آنحضرت ﷺ کی زندگی پر غور اور فکر کی ضرورت ہے اور آنحضرت

ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی باتیں سننے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر یہ مطالعہ سچا ہو اور فرضی وجود نہ ہو جس کو علماء پیش کرتے ہیں یعنی بڑھا چڑھا کر کرشموں کی صورت میں دکھاتے ہیں، ایک حقیقی انسان دکھائی دینے لگے آپ کو جو آپ کی طرح رہتا ہے اور اعلان کرتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰمٓ السجدہ: 7) کہ دیکھو میں تم جیسا ہی انسان، تمہارے جیسا ہی بشر ہوں پھر مجھے کیا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے بڑے مقامات کے لئے چن لیا۔ یہ مضمون جب تک سمجھ نہ آئے اس وقت تک آنحضرت ﷺ سے وہ محبت نہیں پیدا ہو سکتی جو گناہوں سے نجات بخش سکتی ہے یا نیکیوں میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے لے جا سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بشریت ہمارے درمیان قدر مشترک ہے اور بشریت کے مضمون پر آپ غور کریں اور پھر دیکھیں کہ کن کن مواقع پر آپ کے سامنے کون سے دو امکانات پیدا ہوئے تھے اور کن کن مقامات پر آپ نے ایک امکان کو ترک کیا اور دوسرے کو لے لیا۔ پھر اس کو آپ اپنی زندگیوں پہ اطلاق کر کے دیکھیں تو اس وقت آپ کو سمجھ آئے گی کہ کتنا مشکل مضمون ہے۔ اتنے مشکل چوائسز (Choices) تھے آنحضرت ﷺ کے۔ انگریزی میں کہتے ہیں چوائسز مشکل۔ مطلب ہے ترجیحات۔ جب بھی کوئی ترجیح کی ہے وہ مشکل کی طرف ترجیح کی ہے، آسانی کی طرف نہیں کی اپنی ذات کے لئے۔ یہاں تک کہ اللہ نے فرمایا ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یہ شریعت کا بار اٹھانے والا کامل انسان تو اپنی ذات پر حد سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے۔ یہاں تک فرمایا فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اے میرے بندے تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا اتنا ظلم کر رہا ہے اپنے اوپر۔ یہ ظلم کیسے کیا اپنی ذات پر، سوائے محبت کے یہ ظلم ہو ہی نہیں سکتا۔ پس آنحضرت ﷺ کی ذات کے سمجھنے کا آخری نکتہ، جیسا کائنات کو سمجھنے کا آخری نکتہ کشش ثقل ہے، آنحضرت ﷺ کی کائنات کو سمجھنے کا آخری نکتہ اللہ سے آپؐ کی محبت ہے اور وہ محبت کس طرح جلوہ گر ہوئی ہے، کس طرح اس محبت نے آپؐ کی کایا پلٹ دی ہے یہ جب تک نصیب نہ ہو یا اس کے لئے کوشش نہ کی جائے کیسے ممکن ہے کہ وہ غلامی نصیب ہو جو تمام گناہوں کی بخشش کا اعلان کر رہی ہو۔

پس آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے، اگر آپ گہری نظر سے وہ مطالعہ کریں آپ کے اندر ایسی ایسی پاک تبدیلیاں ہوں گی کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن اس نقطہ نگاہ سے سمجھیں ٹھہر ٹھہر کر موازنے کریں کہ آپ نے یہ کیا، یہ کیا۔ میں جب صبح اٹھتا ہوں تو یہ کرتا ہوں اور وہ کرتا ہوں

کہ نہیں کرتا۔ میں یہ یہ قربانیاں خدا کی خاطر کر سکتا ہوں کہ نہیں۔ یہ مضمون جتنا سمجھ آتا چلا جائے گا اتنا مشکل بھی ہوتا جائے گا، ایک اور مشکل یعنی اس مضمون کے سمجھنے میں بھی مشکلات ہیں اور سمجھانے میں بھی مشکلات ہیں کیونکہ بعض دفعہ ایک انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی میری حد سے بہت آگے نکل چکا ہے تو وہاں اس کی ہمت ٹوٹ جایا کرتی ہے اور ہمت ٹوٹ کے پھر وہ آگے بڑھ نہیں سکتا۔ آنحضرت ﷺ بشر ہیں مگر وہ وہ کام کر دکھائے جو بشر کی طاقت سے باہر نکلتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ بشر کی طاقت سے بالا طاقتیں ہیں۔ یہی مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کی سیرت میں بیان فرمایا کہ بشر تو تھے مگر باتیں **مافوق البشر** ۔ باتیں وہ کر رہے ہیں جو بشر کی طاقت سے باہر اور بڑھ کر اور اونچی ہیں۔ یہ جو مضمون ہے یہ ہمتیں توڑ دیا کرتا ہے بعض دفعہ اور وہ جو اپنے انبیاء کے افسانے بنالیا کرتے ہیں ان کے کردار تبھی برباد ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں یہ اس کا کام تھا، یہ عام انسان کی تو طاقت ہی نہیں ہے۔ وہ ساری کرامات ہیں وہ سارے کرشمے ہیں جو غیر نبی کو نصیب ہو ہی نہیں سکتے اس لئے ساری نیکیاں جو کرشمے ہیں ان سے عام انسان اس طرح محروم ہو جاتا ہے کہ گویا اس کی طاقت میں ہے ہی نہیں اس لئے ہمت کرنے کی کیا ضرورت ہے اس لئے سب سے بڑے کرشمہ کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوں اور وہ کرشمہ پھر یہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ اتنا بڑا بزرگ انسان ہے کہ ہمارے سارے گناہ بخش سکتا ہے، اگر اس سے محبت کرو تو سارے گناہ بخش سکتا ہے، یہ مضمون بنالیتے ہیں اور عبادی کا خطاب بھول جاتے ہیں۔ اس مضمون نے مذاہب میں بہت بڑی بڑی تباہیاں مچائی ہیں، عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا ابن اللہ ہونا اور شرک کی جو تعلیم عیسائیت میں جاری ہوگئی یہ ساری اسی مضمون سے ہوئی ہے کہ وہ آ گیا جس نے سارے گناہوں کا بوجھ خود اٹھا لیا اب ہمیں کیا ضرورت ہے مصیبتیں کرنے کی۔ پس اگر چہ اسلام میں شرک ان معنوں میں، اس طرح تو نہیں آیا یعنی ظاہری طور پر مسلمان شرک سے بچ گیا مگر اندرونی طور پر اس کے تمام گناہ شرک کی پیداوار ہیں اور اس شرک میں سب سے بڑا شرک اپنے مطاع اور نبی کے تعلق میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ وہ محبت جب حد سے زیادہ بڑھ جائے اور اتنی بڑھے، حد سے زیادہ سے مراد ہے کہ اس کو انسانی صفات سے بالا کر کے دکھانے لگے تو وہیں اس کے ساتھ تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور وہیں انسان اس کی اطاعت سے فیض یاب ہونے کی صلاحیت چھوڑ بیٹھتا ہے۔ پس سارے مشرک گنہگار ہوتے ہیں۔ تمام مشرک لازماً گندگی میں

منہ ماریں گے کیونکہ وہ اس نور کے چشمے سے منہ پھیر لیتے ہیں جس کے بعد پھر گند ان کو اچھی غذا نظر آتا ہے، ہر پانی خواہ کیسا ہی گندہ ہو ان کے لئے لذت کے سامان رکھتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ سے اگر تعلق رکھنا ہے اور قائم رکھنا ہے، فائدہ اٹھانا ہے تو پہلی بات یہ کہ خدا کی راہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو کبھی حائل نہ ہونے دیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت جب آپ کی حقیقتیں آپ پر روشن کرے گی تو ایک پہلو سے وہ آپ کے دل پر بوجھ بھی ڈال دے گی۔ آپ یہ سمجھیں گے یعنی حقیقت میں بھی بعض دفعہ یہ دکھائی دیتا ہے جو فرضی باتیں ہیں وہ تو بہت دور کی باتیں ہیں۔ ایک کسی چیمپیئن کو اپنے قریب سے دیکھیں تو اگر پہلے یہ وہم تھا کہ میں چند ڈنڈ نکال کر اس طرح مضبوط ہو جاؤں گا اور میرے مسلز بن جائیں گے تو واقعۃً کسی پہلوان کو جو عام پہلوان بھی ہو اپنے پاس دیکھیں تو آپ کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔ تو اس کا کیا علاج ہے۔ اس کا علاج قرآن کریم کی اس آیت نے یہ بیان فرمایا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تمہارے کام اللہ کی رحمت نے بنانے ہیں۔ یہ اطاعت بھی رحمت سے نصیب ہوگی اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی رحمت ہی کا ایک شاہکار ہیں، خدا کی رحمت کا شاہکار۔ تو اگر محمد رسول اللہ ﷺ ان عظیم مقامات پر رحمت الٰہی کی وجہ سے پہنچے ہیں تو تمہاری ہر منزل بھی اس اللہ کے کامل غلام کے پیچھے چلنے کے لئے رحمت الٰہی سے ہی طے ہوگی اور رحمت الٰہی کا مضمون آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ تم سچی تمنا لے کر اس کی راہ میں کچھ بڑھو، آگے باقی رستے اللہ طے فرمائے گا۔ اس لئے وہ جو مشکل دکھائی دے رہی تھی، ناممکن باتیں دکھائی دے رہی تھیں دنیا کے معاملات میں واقعۃً ناممکن ہیں۔

انسان گناہوں سے تعلق توڑے کیسے۔ اس کا یہ علاج یوں بنے گا، کچھ توڑ لو جیسے بعض دفعہ Drug Addicts میرے سامنے آتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ وہ جو ڈرگ کھاتے ہو اس کو بھورنا شروع کر دو یعنی کنارے سے تھوڑی تھوڑی گھسا گھسا کے کم کرنی شروع کر دو اتنی ہمت بھی نہیں ہے!؟ تو سوچ کے کہتے ہیں ہاں یہ ہم کر سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ قدم تم اٹھاؤ اگلا پھر اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق بخشے گا۔ کچھ دن اسی پہ رہنا پھر تھوڑا سا اور ٹکڑا توڑ دینا پھر کچھ عرصہ اسی پر صبر کرنا اور پھر تھوڑا سا اور توڑ دینا یہ ترکیب میں نے استعمال کروائی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے کام کیا ہے اور ایسے ایسے لوگ جو سمجھتے تھے ناممکن ہے ہماری یہ عادتیں چھٹ جائیں دن بدن ان کے بوجھ ہلکے ہوتے

رہے وہ زیادہ آسانی کے ساتھ پھر نیکی کی راہوں پہ قدم آگے بڑھانے لگے۔

تو ایک تو یہ طریقہ ہے کہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرنا ہے تو اس سے پوچھو جو خدا کی رحمت کا ایک مجسمہ بن گیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین فرما دیا اور آپؐ نے یہ راز سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ پانے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ تھوڑی سی حرکت ضرور کرو اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ ۔ پھر خدا تمہیں سنبھالے گا اور تم سپردگی کی طرف لازماً حرکت کرو گے کیونکہ ایک قدم تم نے اٹھایا دس قدم خدا نے تمہاری طرف اٹھالئے۔ اب یہ جو مضمون ہے یہ مادی دنیا میں بھی اسی طرح خدا کی رحمت کو ظاہر کرنے والا ہے کیونکہ آپ اپنی سستیاں چھوڑ کر ایک دن تھوڑی سی ورزش کر کے دیکھیں پہلے وہ بڑی بوجھل محسوس ہوتی ہے اور پہلے دن کی ورزش کچھ تھکاوٹ بھی لاتی ہے کچھ بعض دفعہ دردیں بھی پیدا کر دیتی ہے مگر اس کے باوجود آپ اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کرتے ہیں۔ دوسرے دن کی ورزش کچھ اور، تیسرے دن کی کچھ اور یہاں تک کہ جو پہلی ورزش تھی اب دوبارہ وہ کریں تو آپ ورزش اس کو کہہ ہی نہیں سکتے۔ اب ایک آدمی جو دس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتا ہے جب شروع میں دوڑے گا تو اول تو چند قدم بعض دفعہ اگر موٹا ہو تو چند قدم میں سانس پھول جائے گا دوڑا جائے گا ہی نہیں اور اس کے بعد پھر جسم کا یہ حال ہوگا جیسے اس نے گھنٹوں دوڑ کی ہے عام صحت مند آدمی کے مقابل پر تھوڑی سی دوڑ اس کو اتنی تکلیف پہنچا دے گی۔ ایک دفعہ ہمت کرے، ایک دفعہ ارادہ کرلے تو ہر اگلے دن کی دوڑ اس کے بدن کو بھی کم کرے گی، اس کے جسم کو ہلکا کرے گی اس کے بوجھ اٹھانے کی طاقتوں کو بڑھاتی چلی جائے گی۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو روحانی معارف بیان فرمائے ہیں ان کی تائید میں مادی کائنات اس طرح مستعد کھڑی ہے جیسے غلامانہ شہادت دینے کے لئے حاضر ہو۔ ایک بھی روحانی مضمون حضور اکرم ﷺ نے بیان نہیں فرمایا جس کی تائید میں مادی کائنات گواہی نہ دیتی ہو۔ پس یہ بھی ویسا ہی مضمون ہے اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ میں ایک جھکاؤ سا ہے ایک جھکاؤ کا شائبہ سا پایا جاتا ہے۔ گناہوں سے ایک دم خدا کی طرف پلٹنا ممکن نہیں ہے۔ فیصلہ کرو، سوچو، غور کرو اور پلٹنے کی کوشش کرو۔ وہ کوشش تمہارے لئے پلٹنے میں آسانیاں پیدا کرنا شروع کر دے گی، تم خدا کی طرف اس رفتار سے نہیں جاؤ گے جتنی رفتار سے خدا تمہاری طرف آئے گا یہاں تک فرمایا کہ پھر تم اگر چل کے جاؤ گے تو وہ دوڑ کر

تمہاری طرف آئے گا اور باقی سفر تو خدا کی گود میں ہوتا ہے چلنے کی ضرورت ہی نہیں رہا کرتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار (درثمین اردو:126)

یہ حقیقت ہے بالکل کہ انسان خدا تعالیٰ کی طرف سارا سفر محض اپنی کوششوں سے کر سکتا ہی نہیں ہے۔ شروع میں جو حرکت ہے اس میں کوئی جدوجہد، کچھ قوت آزمائی یہ شامل رہتے ہیں اور جب انسان ثابت قدم ہو جائے جب اس کا اخلاص یقینی ہو جائے اور خدا کی نظر میں مقبول ہو جائے پھر باقی سفر گود ہی میں چلتا ہے ہمیشہ۔ خود اٹھاتا ہے، سارے کام خود بناتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمد و ثناء میں مسلسل یہی مضمون چل رہا ہے۔ ہم نے اولاد بھی تجھ سے پائی، فلاں چیز بھی تجھ سے پائی، فلاں چیز بھی تجھ سے پائی ''گھر سے تو کچھ نہ لائے''۔ ہر چیز تری عطا ہے۔ اپنے گھر سے کچھ بھی نہیں لے کے آئے۔ تو وہاں تک پہنچنا ہے کہ گھر سے کچھ نہ لائیں کیونکہ گھر میں ہے بھی کیا جو لے کے جائیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا التحیات پڑھنی مصیبت بن جاتی ہے اگر غور کر کے پڑھیں۔ روزانہ عرض کر رہے ہیں التحیات لِلّٰہ، التحیات للّٰہ۔ سب تحفے اللہ ہی کے لئے ہیں اور پھر تحفوں کا ذکر جسمانی قربانیاں، مالی قربانیاں اور ہوتے کیا ہیں دامن میں تحفے جو پیش کر رہے ہو۔ ایک ہی تحفہ تو بار بار نہیں دیا جاتا۔ ایک دفعہ تحفہ دے کر پھر واپس لے لو پھر دوبارہ لے آؤ پھر واپس لے جاؤ یہ تو پاگل پن کا مضمون ہے۔ پس تحفے کا مضمون بتا رہا ہے کہ روز بروز کچھ نہ کچھ اور اضافہ اپنے حسن میں کرنا ہوگا کچھ ایسی بات کرنی ہوگی کہ تم اسے طیبات کہہ سکو اور پھر خدا کے حضور حاضر ہو کہ اے اللہ آج میں نے یہ سوچی ہے طیبہ۔ پھر وہ کتنی ہی معمولی حیثیت کی کیوں نہ ہو خدا اسے قبول فرماتا ہے اور اس کے انعامات عطا فرماتا ہے۔

اس لئے بہت ہی ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس پر غور اور فکر کی عادت ڈالے کیونکہ غفلت کی حالت میں انسان کو کچھ بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ شعور پیدا کرو زندگی کا، معلوم کرو تم کون ہو کیوں ہو، کس حالت میں زندگی بسر کر رہے ہو۔ شعور پیدا کرو موت کا کہ ایک دن اس نے لازماً آجانا ہے اور اس دن سے پہلے پہلے خدا ڈرا رہا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا

شَفَاعَةٌ (البقرۃ:255) یعنی آیت اسی طرح نہیں پڑھ رہا، آیت کے مضمون کو آپ کے سامنے ان لفظوں میں رکھ رہا ہوں کہ اس دن سے بھی ڈرو جس دن کوئی سودے بازی نہیں ہوگی، اس دن سے ڈرو جس دن نہ دوستی کام آئے گی اور نہ شفاعت کام آئے گی۔ پس وہ جو شفاعت کی بات خصوصیت سے یہ آیت آپ کے سامنے اس لئے رکھنی چاہتا ہوں کہ اس مضمون میں جو لوگ دھوکہ کھا گئے وہ شفاعت کا مضمون غلط سمجھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ شفاعت کے ذریعے ہم بخشے جائیں گے۔ مگر آنحضرت ﷺ کو تو اللہ نے حکم یہ دیا ہے کہ اپنے عباد کے سوا کسی سے وعدہ ہی نہیں کرنا۔ بخشش کا وعدہ تیرے عباد سے ہے، غیر عباد سے ہے ہی نہیں اور جو عباد بنیں گے ان کی شفاعت کام آئے گی۔ پس اس دن سے ڈرو جس دن دوستی اور شفاعت، ان دو باتوں کو خدا نے اکٹھا جوڑا ہے اگر دوستی محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوگی تو پھر وہ دوستی اور آپؐ کی شفاعت ضرور کام آئیں گے مگر تم ڈرو اس لئے کہ تم نے نہ دوستی کی اور نہ اس شفاعت کے مستحق ہوئے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کو تو نہیں اس دن سے ڈرایا جارہا کہ نہ دوستی کام آئے گی نہ شفاعت کام آئے گی ان کو ڈرایا جارہا ہے جو اس فرضی جنت میں، جس کو جنت الحمقاء کہتے ہیں، بے وقوفوں کی جنت اس جنت میں زندگی بسر کرتے رہے اور ایسی ہی جنت کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن سے ڈرو جب دوستی کام نہیں آئے گی۔ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کی دوستی کام نہیں آئے گی؟ مطلب ہے تم نے جو دوستیاں لگائی ہوئی ہیں وہ تمہارے کام نہیں آئیں گی۔ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کام نہیں آئے گی!؟ نہیں بلکہ وہ فرضی شفاعت جو تم توقع لگائے بیٹھے ہو یا جن سے محبت کرتے ہو ان کی شفاعت کام نہیں آئے گی۔ پس اس دن سے پہلے ڈرنے سے ایک شعور پیدا ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا موت اس شعور کو بیدار کرنے کے لئے سب سے اہم چیز ہے۔ موت سے زندگی تو بعد میں پھوٹے گی لیکن موت ایک عجیب رحمت ہے کہ ایک زندگی اس سے پہلے بھی پھوٹ جاتی ہے۔ اگر انسان موت کا صحیح تصور باندھ لے تو زندہ ہو جاتا ہے اور پھر مر نہیں سکتا کبھی۔ یہ دائمی نجات ہے جو موت کے مضمون کو سمجھنے سے نصیب ہوا کرتی ہے۔

پس موت کا تصور باندھ کر ایک خوف کی حالت اپنے اندر بھی پیدا کریں کیونکہ اَنِيْبُوْٓا کے علاوہ دوسری جگہ میں نے پہلے بھی غالباً آپ کو بتایا تھا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (الذّٰریٰت:51) کا مضمون

بیان ہوا ہے کہ میں تمہیں ڈرا رہا ہوں اور نتیجہ کیا، کیوں ڈرا رہا ہوں کہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف دوڑو۔ تو محبت سے بھی انسان دوڑتا ہے کسی طرف، خوف سے بھی دوڑتا ہے۔ محبت سے اس طرف دوڑتا ہے جہاں محبوب ہو۔ خوف سے اس طرف دوڑتا ہے جہاں خوف سے امن کی جگہ ہو اور نجات کی امید لگائی جاسکے اس سے۔ پس یہ دو کیفیتیں ہیں جن کو گہرے غور سے سمجھیں اپنی زندگیوں میں جاری کریں اور پھر اپنا مطالعہ کرنا شروع کر دیں اور یہ سفر پھر دو طرح سے ہوگا ایک اَنِیْبُوْٓا اور ایک فروا۔

فِرُّوْا کا مضمون گناہوں کی محبت توڑنے کے لئے ضروری ہے۔ جب انسان گناہوں میں ملوث ہوتا ہے تو دن بدن اپنے لئے بے چینی اور بے اطمینانی اور رفتہ رفتہ ایک آگ کے سامان پیدا کر دیتا ہے جس میں پھر وہ جلتا چلا جاتا ہے کوئی اس کی پیاس نہیں بجھتی آخر ایک ایسا موقع آتا ہے جب گناہ کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ان بڈھوں کی حالت پر غور کرو جن کی جوانی ساری گناہوں میں ڈھل گئی اور کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ توبہ کرنی ہے اور پھر گناہ اپنے سارے مصائب پیچھے چھوڑ کے چلا جاتا ہے، وفا نہیں کرتا کیونکہ گناہ شیطان ہے، شیطان تو جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور پھر چھوڑ کر خبر بھی نہیں لیتا کہ تم کہاں ہو۔ اکثر مغربی معاشرے میں جو بوڑھوں کے انجام ہیں وہ آپ کو یہ مضمون سمجھا سکتے ہیں۔ اکثر اپنی اولاد کے گھروں میں نہیں ہوتے وہ ہسپتالوں میں یا بڈھوں کے گھروں میں جا کر جان دیتے ہیں اور طرح طرح کے مصائب ساتھ اور پھر جتنے بڑے گناہ ہوں، اتنے ہی زیادہ جسمانی عوارض لاحق ہونے شروع ہو جاتے ہیں، کوئی ایڈز کا شکار ہوا ہے، کوئی کینسر کا مریض ہو گیا، کسی کو اور ایسے دکھ لگ گئے کہ جو پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہے۔ ان میں سے بعض عوارض ایسے ہیں جو غلطی سے بھی ہو جاتے ہیں گناہ ضروری نہیں مگر گناہ والی سوسائٹی میں یہ عوارض ضرور بڑھا کرتے ہیں اور مصیبتیں بن جایا کرتے ہیں۔ پس ایسی سوسائٹی جس کا انجام اسی جگہ ہی مصیبت والا اور تکلیف والا دکھائی دے رہا ہے اور خود گھبرا گھبرا کے یہ کہتے ہیں ہم کہاں جارہے ہیں کیا ہو رہا ہے ہمیں، قانون سازی کرو کسی طرح آئندہ ہمارے ہاں مجرم کم ہو جائیں۔ اب دنیا کی قانون سازی سے جرم مٹ سکتا ہی نہیں ہے، حد سے زیادہ جاہلانہ خیال ہے۔ ایک قانون سازی ہے وہ خدا کی قانون سازی ہے اس کے سوا گناہ سے انسان نجات حاصل کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کے سامنے رہتا ہے اور قانون اندھا ہوتا ہے اس کی

نظر دیکھ ہی نہیں رہی ہوتی۔ اندھا قانون بعض دفعہ بڑے بڑے ظلم کر جاتا ہے اور بسا اوقات مجرموں پر رحم کر رہا ہوتا ہے کیونکہ اندھے کی تو سوٹی چل جائے، چاہے شریف پر چل جائے چاہے خبیث پر چل جائے اندھے نے تو وار ہی کرنا ہے صرف۔ تو یہی حال دنیا کے قوانین کا ہوتا ہے۔

ابھی ایک خبر آئی تھی کہ کچھ تین لڑکے بے چارے اٹھارہ سال تک ایک ناکردہ گناہ کے جرم میں قید تنہائی کی مصیبت برداشت کرتے رہے، عذاب برداشت کرتے رہے اور وجہ یہ ہوئی کہ پولیس نے ایک اور مجرم سے ان کے خلاف یہ سمجھتے ہوئے کہ واقعی یہ مجرم تھے ان کے خلاف جھوٹی گواہی بنوائی اور اس کی موت کے بعد جو کاغذات نکلے تو تب جا کے پتا چلا کہ کتنا بڑا ظلم ہو گیا ہے۔ اب ایسے ماں باپ یا ان کے رشتہ دار جو زندہ ہوں گے تصور کریں ان کی کیسی دردناک زندگی کٹی ہوگی۔ جانتے ہیں کہ معصوم ہیں مگر اندھے قانون نے نہیں چھوڑا ان کو اور کئی ایسے گنہگار ہیں جو بڑے بڑے ظلم کرتے ہیں قانون وہاں تک پہنچتا ہی کچھ نہیں۔ پس ایک ہی قانون ہے جو اللہ کا قانون ہے اور اس کے حوالے سے گناہ ختم ہو سکتے ہیں۔ گناہوں کی زندگی کٹ سکتی ہے ورنہ نہیں کٹ سکتی ہمیشہ اسی طرح جاری رہے گی۔

پس اللہ تعالیٰ نے موت کو جو بار بار پیش فرمایا ہے اس کو غور کریں تو فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کے معاملے میں آپ کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی اور یاد رکھیں یہ زندگی اتنی لمبی تو ہے ہی نہیں کہ لمبے تجربے کرتے چلے جائیں۔ شروع میں یہ بھی مضمون ہے جلدی کرو کہاں بھٹک رہے ہو، دیر نہ کرو۔ کیا پتا کس وقت موت آجائے اس لئے تیزی سے دوڑو اور گناہوں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ اب یہ گناہوں سے نکلنا تو بہت بڑی بات ہے انسان اپنی بداخلاقیوں سے بھی نہیں نکلتا۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کبھی بیوی بداخلاق ہو اس کو سمجھایا جائے یا خاوند بداخلاق ہو اس کو سمجھایا جائے تو ایک دوسرے سے اور بھی زیادہ غصہ کرتے ہیں اور پھر بعد میں منتوں کے خط آتے ہیں آپ نے کس مصیبت میں ڈال دیا ہے ایسے خبیث انسان کو نصیحت کی ہے جواب بات کا بدلہ لے رہا ہے کہ اب میں تمہیں مزہ چکھاؤں گا تم نے شکایت کی کیوں تھی، اب پتا چلے گا کہ زبردست کون ہے، اب آواز دے لو ان کو کہ آ کے تمہیں بچالیں۔ ایک جگہ واقعی یہ ہوا یعنی اس قسم کے مضمون کی باتیں تو آتی ہیں مگر انہی الفاظ میں کہ خاوند نے بیوی کو مارا، زیادتی کی۔ اب آوازیں دو اپنے خلیفہ کو وہ آ جائے اور تمہیں بچائے، کیوں شکایت کی تھی میری۔ میں نے اس کو جواب میں لکھا اس کو کہو کہ میں تو تمہیں آواز نہیں

دوں گا یا تمہاری مدد کو نہیں (آؤں گا)، میں اس کو آواز دوں گا جو تمہیں پکڑ سکتا ہے، اس کی پکڑ سے بچو کیونکہ وہ ہر جگہ ہے اور چند دن زندگی کے تم بچ بھی گئے تو موت کے بعد تم نے لازماً اسی کے حضور حاضر ہونا ہے۔ تو یہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کا مضمون ہے جو موت کے تعلق میں زیادہ کھل جاتا ہے ورنہ انسان اپنی زندگی میں تکبر میں مبتلا سوچتا بھی نہیں۔ تو جب ہم نے یہ دیکھا کہ بداخلاقیوں میں ملوث انسان بھی بداخلاقیوں سے فرار نہیں اختیار کر سکتا، بڑا مشکل کام ہے۔ تو بڑے گناہوں میں جو مبتلا ہوں وہ کیسے فرار اختیار کریں گے تو وہاں بھی پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کو بلاؤ۔ اس کی طرف جھکو سے مراد یہ ہے کہ کسی دن غور کرو۔ اگر سمجھتے ہو کہ بہت مشکل ہے تو دعا کے ذریعے اللہ سے مدد مانگوا ے اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بڑا مشکل ہے ان گناہوں سے بچنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی، اگلے جمعہ میں انشاء اللہ، میں بعض دعائیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپ حیران رہ جائیں گے کتنے عجز اور انکسار کے ساتھ، گریہ وزاری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا مجھ میں طاقت ہی نہیں ہے کہ میں اپنے گناہوں سے بچ سکوں، تو ہی ہے جو رحم فرمائے تو مجھے بچائے۔ پس ہر سفر خدا کی مدد سے ہوگا۔ اسی لئے فرمایا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اسی کی رحمت سے نصیب ہوگی۔ گناہوں سے بچنے کا مضمون بھی رحمت ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ پس دعائیں کرتے ہوئے اگر آگے بڑھو تو اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق کو بڑھاتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ